وَاِنَّ اَهْلَهٗ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهِ الْاٰنَ .

حضرت ابن عمر پر اللہ رحم فرمائے! وہ بھول گئے' رسول اللہ ﷺ نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ مرنے والے کو اس کی خطاؤں اور اس کے گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۸۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۹۷۹- قَالَتْ وَذَاكَ مِثْلُ قَوْلِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْقَلِيْبِ وَفِيْهِ قَتْلٰى بَدْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ لَهُمْ مَّاقَالَ اِنَّهُمْ لَيَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ اِنَّمَا قَالَ اِنَّهُمُ الْاٰنَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ مَا كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ ثُمَّ قَرَاَتْ ﴿اِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (النمل:۸۰) ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ۝﴾ (الفاطر:۲۲) يَقُوْلُ حِيْنَ تَبَوَّؤُوْا مَقَاعِدَهُمْ مِنَ النَّارِ .

حضرت عائشہ نے کہا: اور یہ اس کی مثل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کنویں کے پاس کھڑے ہوئے اور اس کنویں میں مشرکین میں سے بدر کے مقتولین پڑے ہوئے تھے' تو آپ نے ان سے فرمایا جو فرمایا' بے شک یہ سن رہے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں' حالانکہ آپ نے ان سے صرف یہ فرمایا تھا: بے شک یہ اب جان رہے ہیں کہ جو کچھ میں ان سے کہتا تھا وہ برحق تھا' پھر حضرت عائشہ نے یہ آیت پڑھی: بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل: ۸۰) اور یہ آیت پڑھی: اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں ۝ (فاطر:۲۲) حضرت عائشہ فرماتی تھیں: (یعنی ان کو سنانے والے نہیں ہیں) جو اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا چکے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۹۸۰'۳۹۸۱- حَدَّثَنِىْ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَقَفَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَلِيْبِ بَدْرٍ فَقَالَ ﴿فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا﴾ (الاعراف:٤٤) ثُمَّ قَالَ اِنَّهُمُ الْاٰنَ يَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ اِنَّمَا قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُمُ الْاٰنَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ الَّذِىْ كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ ثُمَّ قَرَاَتْ ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (النمل:۸۰) حَتّٰى قَرَاَتِ الْاٰيَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بدر کے کنویں کی منڈیر کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا تم نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو برحق پالیا؟ (الاعراف:۴۴) پھر فرمایا: یہ اب سن رہے ہیں جو میں ان سے کہہ رہا ہوں' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ان کو اب علم ہو رہا ہے کہ میں ان سے جو کچھ کہتا تھا وہ برحق تھا' پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل:۸۰) حتیٰ کہ پوری آیت پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

سماع موتیٰ کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث: ۳۹۷۹ میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول منقول ہے' اس کے قائل عروہ ہیں' ان کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عائشہ نے جو فاطر: ۲۲ سے استدلال کیا ہے' اس سے ان کی مراد مطلقاً سماع موتی کی نفی نہیں ہے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ آپ ان مُردوں کو سنانے والے نہیں ہیں جو اس وقت دوزخ کے عذاب میں ہیں۔

لہٰذا حضرت عائشہ کے سماع موتی کے انکار اور حضرت ابن عمر کے اثبات میں کوئی تعارض نہیں ہے' لیکن اس کے بعد جو روایت ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عائشہ سماع موتی کا مطلقاً انکار کرتی ہیں کیونکہ انہوں نے کہا کہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں: ''ان کو اب علم ہو رہا ہے'' اور حضرت ابن عمر کو یہ وہم ہوا ہے کہ وہ اب سن رہے ہیں۔

امام بیہقی نے یہ کہا ہے کہ علم سماع کے منافی نہیں ہے' اور النمل: ۸۰ کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو ان کے مردہ ہونے کے حال میں نہیں سناتے' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا حتیٰ کہ انہوں نے آپ کا کلام سن لیا' جیسا کہ قتادہ نے کہا ہے' نیز حضرت عمر اور ان کے بیٹے ان کے سننے کی حکایت کرنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی موافقت کی ہے اور امام طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی حکایت کی ہے اور حضرت عبداللہ بن سیدان سے بھی اس کی مثل مروی ہے' اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ سن رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس طرح سن رہے ہیں جس طرح تم سن رہے ہو لیکن وہ جواب نہیں دے رہے۔ اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے: لیکن وہ آج جواب نہیں دے سکتے۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ امام ابن اسحاق کی مغازی میں یہ مذکور ہے کہ یونس بن بکیر نے سند جید کے ساتھ حضرت عائشہ سے حضرت ابوطلحہ کی حدیث کی مثل روایت کی ہے' اور اس میں مذکور ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' اس حدیث کی امام احمد نے سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے' پس اگر یہ حدیث محفوظ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے انکار سے رجوع فرمالیا' کیونکہ ان صحابہ کی روایت سے حضرت عائشہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خطاب ثابت ہو گیا تھا' نیز اس لیے بھی کہ حضرت عائشہ اس موقع پر حاضر نہیں تھیں۔

الاسماعیلی نے کہا کہ ہر چند کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت فہیم اور ذکی تھیں اور ان کو بہت زیادہ احادیث محفوظ تھیں اور وہ علم کے گہرے سمندر میں اس قدر زیادہ غوطہ زن تھیں کہ اس پر اضافہ نہیں ہو سکتا' لیکن ثقہ صحابہ کی احادیث کو ان کے پائے کی احادیث کے بغیر رد نہیں کیا جا سکتا جو اس پر دلالت کریں کہ وہ احادیث منسوخ ہو چکی ہیں یا ان میں تخصیص ہو چکی ہے یا وہ محال ہیں' یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ حضرت عائشہ کے انکار اور دیگر ثقہ صحابہ کے اثبات کی احادیث میں تطبیق ممکن ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جو ارشاد ہے: ''آپ مُردوں کو نہیں سناتے'' (النمل: ۸۰) وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے منافی نہیں ہے کہ ''بے شک وہ اب سن رہے ہیں'' کیونکہ اسماع (سنانے) کا معنی ہے: سنانے والے کی آواز کو سننے والوں کے کانوں تک پہنچانا' پس اللہ تعالیٰ نے ہی ان مردوں کو سنایا' بایں طور کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز ان مُردوں کے کانوں تک پہنچائی۔

رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ ''ان کو اب علم ہو رہا ہے'' تو اگر انہوں نے اس ارشاد کو خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے تو وہ صحابہ کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ وہ سن رہے ہیں' بلکہ یہ اس کے مؤید ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں وہ چیز ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ پر دلالت کرتی ہے کیونکہ صحابہ نے آپ سے پوچھا: کیا آپ مُردہ لوگوں سے کلام فرما رہے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو اور جب اس حالت میں حضرت عائشہ کے بقول ان کا عالم ہونا جائز ہے تو پھر ان کا سامع ہونا بھی جائز ہے اور یا تو انہوں نے آپ کا یہ

ارشاد اپنے سر کے کانوں سے سنا تھا جیسا کہ جمہور کا قول ہے اور یا انہوں نے اس کو اپنے دل کے کانوں سے سنا تھا اور اس حدیث سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جو اس کے قائل ہیں کہ سوال روح اور بدن دونوں سے ہوتا ہے' اس دلیل کو دوسرے علماء نے مسترد کر دیا' انہوں نے کہا کہ سوال صرف روح سے ہوتا ہے' کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ سنانا صرف روح اور دل کے کانوں سے ہو' پس ان کی دلیل ساقط ہوگئی۔

قرآن مجید میں مذکور ہے: آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل: ۸۰) اس کی تاویل میں اختلاف ہے' اس طرح اس کی تاویل میں اختلاف ہے: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر: ۲۲) سو حضرت عائشہ نے ان آیتوں کو حقیقت پر محمول کیا اور ان کو اپنے مؤقف کی دلیل قرار دیا' اس لیے انہوں نے اس حدیث کی تاویل کی کہ تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو اور یہ جمہور کا قول ہے' ایک یہ ہے کہ فاطر: ۲۲ مجاز پر محمول ہے اور موتی سے مراد وہ لوگ ہیں جو کفار ہیں اور قبروں میں ہیں' مردہ کافروں کو زندہ سے تشبیہ دی گئی اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو قبر میں ہیں اور جو مُردوں کی طرح ہیں' اس تقریر کی بناء پر حضرت عائشہ نے آیتوں سے جو سماع موتی کی نفی پر استدلال کیا ہے' اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۶۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں جو کچھ لکھا ہے' وہ حضرت ابن حجر کی اس شرح کا خلاصہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سماع موتی کے متعلق علامہ زرھونی مالکی کی تحقیق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیھی الزرھونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حافظ مغلطائی نے تلویح میں فاطر: ۲۲' اور النمل: ۸۰ کے حسب ذیل جوابات دیئے ہیں:

(۱) کفار کا نہ سننا اس وقت پر محمول ہے جب وہ دوزخ میں ہمیشہ کے لیے عذاب میں مبتلا ہوں گے' اس سے پہلے ان کے سننے کی نفی نہیں ہے۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کو نہ سنانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو ان کے کانوں تک نہیں پہنچاتا ہے' نہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا کلام ان تک نہیں پہنچاتے' جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ ۔ تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو (سیدھی) راہ دکھائیں گے۔ (الزخرف: ۴۰)

یعنی اللہ تعالیٰ ہی (حقیقۃً) ہدایت دیتا ہے اور وہی نصیحت کو ان کے دل کے کانوں تک پہنچاتا ہے' نہ کہ آپ۔

(۳) ان دونوں آیتوں میں مُردوں اور قبر والوں سے مراد زندہ کفار ہیں اور ان کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی ہے' یعنی جس طرح مردے آپ کا کلام سننے سے نفع حاصل نہیں کرتے' اسی طرح یہ زندہ کفار بھی آپ کے کلام کو سن کر اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتے۔

یہ جوابات حافظ ابن حجر نے بھی ذکر کیے ہیں' اس کے بعد مزید جوابات دیئے ہیں:

(۱) ان دو آیتوں سے اس سماع کی نفی مراد نہیں ہے جو احادیث سے ثابت ہے: جیسے مردوں کا جوتیوں کی آواز سننا۔ اور بدر کے کنویں کے قصہ کا معنی یہ ہے کہ کیا آپ اپنی قدرت سے مُردوں کو سنائیں گے کیونکہ سماعت کا پیدا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَمَآ اَنۡتَ بِهٰدِی الۡعُمۡیِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ ؕ (النمل:۸۱) اور نہ آپ حقیقۃً اندھوں کو راہ پر لانے والے ہیں' ان کی گمراہی سے۔

کیونکہ توفیق دینا اور دل میں ہدایت کو پیدا کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے نہ کہ آپ کا' اس صورت میں اس آیت کا معنی ہے کہ آپ اپنی قدرت سے مردوں کو نہیں سناتے' لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے مردوں کو سنانے کی قدرت کی نفی کی ہے۔

(۲) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ مردوں کو اب ایسا کلام نہیں سنا سکتے جس پر عمل کر کے وہ نفع اُٹھا سکیں کیونکہ وہ موت کے دار العمل سے دار الجزاء تک منتقل ہو چکے ہیں۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہدایت مقدر نہیں کی اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا علم ہے کہ وہ کفر پر مرے گا' آپ اس کو نصیحت کر کے اس میں ہدایت پیدا نہیں کر سکتے' کیونکہ آپ کو اس پر قدرت نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی تقدیر مبرم کو بدل ڈالیں اور اس کے علم کو جہل سے بدل دیں اور اس سے پہلی آیتوں میں اس معنی پر دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیت میں فرمایا:

وَمَا یَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی وَالۡبَصِیۡرُ ۙ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوۡرُ ۙ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الۡحَرُوۡرُ ۚ۝ وَمَا یَسۡتَوِی الۡاَحۡیَآءُ وَلَا الۡاَمۡوَاتُ ؕ (فاطر:۲۲-۱۹) اور اندھا اور بینا برابر نہیں ۝ اور نہ اندھیرے اور روشنی برابر ہیں ۝ اور نہ سایا اور نہ تیز دھوپ برابر ہے ۝ اور نہ زندہ اور مردے برابر ہیں ۝

اس کے بعد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ یُسۡمِعُ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ ۝ (فاطر:۲۲) بے شک اللہ حقیقۃً سناتا ہے جسے چاہے اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں ۝

اس آیت میں اندھے سے مراد کافر ہے اور بصیر سے مراد مؤمن ہے اور اندھیروں اور نور سے مراد کفر اور ایمان ہے اور سائے سے مراد جنت ہے اور تیز دھوپ سے مراد دوزخ ہے' اور زندوں سے مراد عقلاء ہیں اور مُردوں سے مراد جُہال ہیں۔

یعنی جس طرح آپ اپنی قدرت سے کافر کو مؤمن نہیں بنا سکتے اور کفر کو ایمان سے نہیں بدل سکتے اور جنت کو دوزخ سے نہیں بدل سکتے اور اپنی قدرت سے جہلاء کو عالم نہیں بنا سکتے' اسی طرح آپ اپنی طاقت سے قبر والوں کو نہیں سنا سکتے' اللہ تعالیٰ ہی جس کو سنانا چاہتا ہے اس میں سماعت پیدا فرما دیتا ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج۹ ص ۲۵۰-۲۴۸ ملخصاً وموضحاً' مکتبۃ الرشد' ۱۴۳۰ھ)

سماع موتیٰ کے متعلق علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی کی تحقیق

علامہ کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

یہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس روایت کا انکار کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے کنویں پر مُردہ کافروں سے خطاب کیا اور فرمایا: تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' اور حضرت عائشہ کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَمَاۤ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ ۝ (فاطر:۲۲) اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں ۝

اور اس آیت میں سماع موتیٰ کی نفی پر کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عادۃً قبر والون کو سنانے کی نفی کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر والوں کو جو اپنا کلام سنایا وہ خلاف عادت اور آپ کا معجزہ تھا اور اگر مردہ نہ سنتا تو قبر والوں کو سلام کرنا مشروع نہ ہوتا۔ حضرت عائشہ کی دلیل کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ آپ ان کو سنانے والے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو سنانے والا تھا کیونکہ وہی کفار میں سماعت

پیدا کرنے والا ہے' تاہم اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ عرف میں فعل کی نسبت اسی کی طرف کی جاتی ہے جس سے وہ فعل صادر ہوتا ہے اور کفار کو سنانے کا فعل رسول اللہ ﷺ سے صادر ہوا تھا' اس لیے سنانے کی نسبت آپ ﷺ ہی کی طرف کی جائے گی جیسے حضرت ابوہریرہ نے کہا: ہم تم کو وہی احادیث سناتے ہیں جو ہم کو رسول اللہ ﷺ نے سنائی ہیں۔ (صحیح البخاری:۲۷۷' صحیح مسلم:۳۹۶)

(الکوثر الجاری ج ۷ ص ۱۳۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

سماع موتیٰ کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز کی تحقیق اور اس پر مصنف کا تبصرہ

شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

قرآنی آیت میں صریح دلیل ہے کہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے' یہی حق ہے' مقتولینِ بدر کو سنانا وقتی طور پر خصوصیاتِ رسالت میں سے تھا' اس پر دوسرے مُردوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا' ہاں اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جس قدر چاہے مُردوں کو سنا سکتا ہے جیسا کہ قبرستان میں السلام علیکم اہل الدیار' حدیث کی مسنون دعا سے ظاہر ہے۔ (ترجمہ وحاشیہ صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۳۷' مکتبہ قدوسیہ لاہور' ۲۰۰۴ء)

شیخ میواتی کا مؤخر الذکر کلام اوّل الذکر کلام کے خلاف ہے' جب ان کے بقول رسول اللہ ﷺ کا بدر کے کافروں کو اپنا کلام سنانا آپ کی وقتی خصوصیت تھی تو پھر عام مسلمانوں کے لیے قبر والوں کو السلام علیکم اہل الدیار کہنا کس طرح مشروع ہوا؟ کیا موصوف کو خصوصیت کی تعریف نہیں معلوم کیونکہ جو کام جس کی خصوصیت ہو' وہ اس کے لیے ثابت ہوتا ہے دوسروں کے لیے ثابت نہیں ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت وہ کام ہیں جو آپ نے کیے اور دوسروں کو اس سے منع فرما دیا' جیسے آپ نے وصال کے روزے رکھے اور اُمت کو ان سے منع فرما دیا' یا جیسے آپ نے چار سے زیادہ شادیاں کیں اور اُمت کو چار سے زیادہ شادیوں سے منع فرما دیا' یا جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب بنت جحش سے آپ کا نکاح کر دیا جس میں نہ ایجاب وقبول تھا نہ گواہ تھے نہ مہر تھا اور یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے۔

سماع موتیٰ کے متعلق شیخ سلیم اللہ دیوبندی کی تحقیق اور اس پر مصنف کا تبصرہ

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی لکھتے ہیں:

مسئلۂ سماع موتیٰ

پہلا مسئلہ یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ قلیب بدر پر تشریف لائے اور ''انھم الآن یسمعون ما اقول لھم'' فرمایا۔ حضرت ابن عمر نے ''لیسمعون'' کا لفظ نقل کیا' جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے ''لیسمعون'' کا لفظ نہیں فرمایا تھا بلکہ ''لیعلمون'' فرمایا تھا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سماع کی نفی کر رہی ہیں اور علم کو ثابت کر رہی ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى'' (النمل:۸۰) وارد ہوا ہے اور ایک اور آیت میں ہے: ''وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝'' (فاطر:۲۲) ان دونوں آیتوں میں سماع موتیٰ کی نفی ہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ''انھم الآن یسمعون'' کیسے درست ہو سکتا ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اختلاف اس مسئلہ میں ہو گیا' دونوں کو شرف صحابیت حاصل ہے تو بعد والے بھی اگر اس مسئلہ میں اختلاف کریں تو کوئی مضائقہ نہیں' جو لوگ سماع موتیٰ کے قائل ہیں وہ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت سے استدلال کرتے ہیں' لہٰذا ان پر ملامت کی کوئی گنجائش نہیں اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے

استدلال کرتے ہیں ان پر بھی ملامت کی گنجائش نہیں۔

لیکن ایک بات یاد رکھئے کہ سماع موتی میں جو اختلاف ہے وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے سماع میں نہیں ہے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع بالاتفاق اور بالاجماع مسلم ہے البتہ دوسرے موتی کے بارے میں یہ اختلاف ہے۔

قائلین سماع موتی کے دلائل

(۱) وہ ایک تو حضرت عبداللہ بن عمر کی مذکورہ روایت سے استدلال کرتے ہیں یعنی قلیب بدر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مُردوں سے خطاب کرنا اور ان کے سماع کی تصریح کرنا۔

(۲) دوسرے وہ ان روایتوں سے استدلال کرتے ہیں جن میں قبرستان میں جانے کے وقت ''السلام علیکم یا اھل القبور'' کی تصریح ہے۔(سنن ترمذی: ۱۰۵۳)

(۳) اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھ کر لوگ واپس جاتے ہیں تو ''انه یسمع قرع نعالھم'' وہ مردہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔(صحیح البخاری' کتاب الجنائز ج ۱ ص ۱۷۸)

(۴) مُردوں کے لیے علم کا ثابت ہونا تو متفق علیہ ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''انھم لیعلمون'' فرمایا تھا' یہ حضرات کہتے ہیں کہ اگر کسی مردے میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ علم رکھتا ہے تو اگر اس کے لیے سماع بھی ثابت ہو تو کیا اشکال ہے؟ علم کی صلاحیت ثابت ہونے کے بعد سماع کی صلاحیت کے ثبوت میں کیا استبعاد ہے؟

قائلین سماع موتی کی طرف سے آیت قرآنیہ کی توجیہات

(۱) آیت ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى'' اور ''وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ'' کے بارے میں یہ حضرات کہتے ہیں کہ ان دونوں آیات میں سماع کی نفی نہیں' اسماع کی نفی ہے اور یہ بالکل بدیہی اور ظاہر ہے کہ دونوں آیتوں میں باب افعال کے صیغے ہیں تو یقیناً اس کے اندر نفی اسماع کی ہوئی' سماع کی نہیں۔[1]

(۲) حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فیض الباری میں فرمایا کہ آیت میں اس سماع کی نفی ہے جس کے جواب میں مردہ بھی کچھ کہے' مطلق سماع کی نفی نہیں' خاص قسم کے سماع کی نفی ہے۔

(۳) حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک توجیہ علامہ سیوطی کے حوالہ سے یہ بیان فرمائی کہ ان دونوں آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ ان کفار کو جو مردوں کی طرح ہیں' سنا کر کوئی ہدایت نہیں دے سکتے جیسا کہ مُردوں کو سنایا جائے تو اس سنانے پر وہ راہِ راست میں نہیں آتے' اسی طریقہ سے یہ کفار بھی ہدایت پر نہیں آئیں گے۔

لہٰذا اس آیت میں سماع کی نفی نہیں بلکہ ''انتفاع بالسماع'' کی نفی ہے۔(دیکھئے: فیض الباری ج ۴ ص ۳۶۸)

اس اجتہادی مسئلہ میں غلو درست نہیں

بہر حال یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس مسئلہ کے بارے میں اختلاف پایا گیا ہے۔

لہٰذا جو لوگ سماع موتی کے قائل نہیں' ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں یا جو لوگ سماع موتی

[1] اور اسماع کی نفی' سماع کی نفی کو مستلزم نہیں' لہٰذا آیت میں ہے کہ ''آپ نہیں سنا سکتے'' اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ وہ سن بھی نہیں سکتے' چنانچہ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ قرآن کی آیت میں ہے: ''اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ'' ''آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے' اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ کوئی ہدایت پا بھی نہیں سکتا۔

کے قائل ہیں ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھنا یہ غلو اور زیادتی ہے۔[1]

علمائے دیوبند کا مسلک

انبیاء علیہم السلام کی حیات کے متعلق علمائے دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں؛ یہ عقیدہ نہ صرف علمائے دیوبند کا ہے بلکہ تمام اُمت کا ہے؛ چنانچہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ "المهند على المفند" میں لکھتے ہیں:

عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حي في قبره الشريف وحياته صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنيوية من غير تكليف، وهي مختصة به صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبجميع الانبياء صلوات الله عليهم والشهداء لا برزخية كما هي حاصلة لسائر المسلمين بل لجميع الناس.

ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے، بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلّف نہیں اور یہ حیاتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء اور شہداء کے ساتھ مخصوص ہے، برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں بلکہ تمام لوگوں کو حاصل ہے۔

(دیکھئے: المهند على المفند ٣٨)

جہاں تک عام سماع موتی کا تعلق ہے تو اس میں دونوں طرف اکابر و دلائل ہیں؛ البتہ معتدل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن مواقع میں روایاتِ صحیحہ سے سننا ثابت ہے وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں وہاں دونوں احتمال ہیں؛ اس لیے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے، نہ قطعی نفی کی۔ (معارف القرآن، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، ج٦ ص٦٠٢)

شیخ سلیم اللہ خان کی عبارت پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ شیخ سلیم اللہ خان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق علماء دیوبند کا جو مسلک نقل کیا ہے وہ درحقیقت ان کا مذہب نہیں ہے، ان کا مذہب ہم عنقریب نقل کر رہے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

لیکن ایک بات یاد رکھئے کہ سماع موتی میں جو اختلاف ہے وہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے سماع میں نہیں ہے۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع بالاتفاق اور بالاجماع مسلم ہے۔ (کشف الباری، کتاب المغازی ص١٢٣، مکتبہ فاروقیہ، کراچی)

دراصل علماء دیوبند کا مسلک درج ذیل ہے:

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ١٣٢٣ھ لکھتے ہیں:

اور یہ جو کہتے ہیں کہ علمِ غیب جمیع اشیاء آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطاء کیا ہوا ہے، سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص٧٣، محمد سعید اینڈ سنز، کراچی)

یہ عبارت اس صحیح حدیث کے صریح خلاف ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے، پس آپ نے مخلوق کی ابتداء سے خبر دی، حتیٰ کہ اہل

---

[1] چنانچہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اہلِ قبور سنتے ہیں یا نہیں؟ آپ رحمہ اللہ نے جواب دیا: "دونوں طرف اکابر اور دلائل ہیں، ایسے اختلافی امر کا فیصلہ کون کر سکتا ہے اور ضروریات علمی و عملی میں سے بھی نہیں کہ ایک جانب کی ترجیح میں تدقیق کی جاوے"۔ (امداد الفتاویٰ ج٥ ص٢٧٩)
ایک اور جگہ فرماتے ہیں: "یہ مسئلہ نہ عقائد ضروریہ سے ہے نہ کسی عمل دین کا موقوف علیہ ہے، نہ کسی ایک جانب کا جزم ضروری ہے، اس میں اشتغال مالایعنی کا اہتمام ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج٥ ص٣٣٧) (کشف الباری (کتاب المغازی) ص١٣٥-١٣٢، مکتبہ فاروقیہ، کراچی)

جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہلِ دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے' جس نے ان خبروں کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا' اس نے ان کو بھلا دیا۔ (صحیح البخاری: ۳۱۹۲' دار الفکر' بیروت)

شیخ محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں:

شیعہ صاحبان نے نعرہ حیدری یا علی ایجاد کیا تھا' بعض لوگوں نے ان کی تقلید میں نعرہ رسالت یا رسول اللہ اور نعرہ غوثیہ یا غوث ایجاد کر لیا' مگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' صحابہ کرام اور ائمہ ھدیٰ کی زندگی میں کہیں نظر نہیں آیا کہ اللہ اکبر کے سوا مسلمانوں نے کسی اور نام کا نعرہ لگایا ہو۔ (اختلاف اُمت اور صراطِ مستقیم' حصہ اول ص ۱۵' مکتبہ بینات' کراچی)

شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ''یا محمد'' کے الفاظ لکھنا بے ادبی ہے' اس نام سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بھی سوائے بعض کفار و مشرکین کے کوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پکارتا تھا۔ (الیٰ ان قال) اس لیے اس کے علاوہ اس نداء میں عقیدہ فاسدہ کا ایہام ہے' اس لیے یہ لفظ اس طرح لکھنا درست نہیں۔ (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۵۲' مکتبہ معارف القرآن' کراچی)

شیخ لدھیانوی اور عثمانی دونوں نے لکھا ہے کہ یا محمد' یا رسول اللہ کہنا صحابہ اور ائمہ ھدیٰ سے ثابت نہیں اور یا محمد لکھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی ہے۔ یہ دونوں باتیں غلط اور مردود ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سن ہو گیا تو ان سے ایک مرد نے کہا: جو آپ کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو' اس کا ذکر کریں تو انہوں نے کہا: یا محمد! (الادب المفرد: ۹۹۳' ص ۲۶۲-۲۶۱' دار المعرفۃ' بیروت)

امام ابن السنی متوفی ۳۶۴ھ کی روایت میں ہے: انہوں نے بلند آواز سے کہا: یا محمداہ۔

(عمل الیوم واللیلۃ: ۱۶۸' ص ۶۴' مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو:

فصعد الرجال والنساء فوق البیوت وتفرق الغلمان والخدم فی الطرق ینادون یا محمد' یارسول اللّٰہ' یا محمد' یا رسول اللّٰہ.

پس تمام مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور لڑکے اور بچے راستوں میں پھیل گئے' وہ نعرہ لگا رہے تھے: یا محمد! یا رسول اللہ! یا محمد! یا رسول اللہ!

(صحیح مسلم: ۲۰۰۹' الرقم المسلسل: ۷۳۱۶' دار الفکر' بیروت)

حافظ اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

ثم نادی بشعار المسلمین وکان شعارھم یومئذ یا محمداہ.

پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس طریقہ سے نعرہ لگایا جو ان دنوں مسلمانوں کا شعار تھا اور ان دنوں ان کا شعار تھا: یا محمداہ!

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اب بتائیں! کیا حضرت ابن عمر اور مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کرنے والے صحابہ اور حضرت خالد بن الولید اور ان کے اصحاب نے جو یا محمد! یا رسول اللہ! کا نعرہ لگایا' کیا یہ سب معاذ اللہ بے ادب تھے' یا معاذ اللہ شیعہ صاحبان کے مقلد۔

سماع موتیٰ کے متعلق مصنف کی تحقیق

مصنف کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی قدرت عطا فرمائی ہے کہ دور و نزدیک سے پکارنے والوں کی آواز

سن لیتے ہیں' یہ صفت آپ کو اپنی حیاتِ ظاہرہ میں بھی حاصل تھی اور اب بھی حاصل ہے' اسی طرح آپ کے توسل سے اولیاء کاملین کو بھی یہ صفت حاصل ہے بلکہ عام مسلمانوں کے لیے بھی ان کی قبروں کے پاس سننا ثابت ہے' ہم نے تبیان القرآن میں تین مقامات پر اس مسئلہ کو دلائل کے ساتھ لکھا ہے' قارئین کی سہولت اور ضیافت کے لیے ہم یہاں پر تبیان القرآن ج ۴ ص ٥٧٦' الانفال: ١۴ کی تفسیر کے صرف ایک مقام سے اس تحقیق کو نقل کر رہے ہیں' حالانکہ یہ بحث تبیان القرآن میں چھپ چکی ہے' ہم قندِ مکرر کے طور پر اس کو یہاں بھی لکھ رہے ہیں اور عمدہ اور محقق بات کو جتنی بار دُہرایا جائے' اس کی لذت بڑھتی جاتی ہے' جیسے سورۃ الرحمٰن میں ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ'' کو بار بار دُہرایا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا مقتولین بدر سے خطاب فرمانا اور سماعِ موتیٰ کی بحث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقتولین بدر کو تین دن تک پڑے رہنے دیا' پھر ان کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور ان کو پکار کر فرمایا: اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو سچا پا لیا' بے شک میرے رب نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا میں نے اس کو سچا پایا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو سن کر عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کیسے سنیں گے اور کس طرح جواب دیں گے حالانکہ یہ مردہ اجسام ہیں' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں جو کچھ ان سے کہہ رہا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' لیکن یہ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں' پھر آپ کے حکم سے ان کی لاشوں کو گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا۔ (صحیح مسلم صفۃ الجنۃ ٧٧ (٢٨٧۴) ٧٠٩٠)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ٦٥٦ ھ لکھتے ہیں:

چونکہ عادتاً مردوں سے کلام نہیں کیا جاتا تھا' اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مردوں سے کلام کرنے کو مستبعد جانا اور نبی ﷺ نے اس کا یہ جواب دیا کہ وہ زندوں کی طرح آپ کے کلام کو سن رہے ہیں' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے سننے کی یہ صفت دائمی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی یہ صفت بعض اوقات میں ہو۔ (المفہم ج ٧ ص ١٥١' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ١۴١٧ھ)

علامہ ابی مالکی متوفی ٨٢٨ ھ نے قاضی عیاض مالکی سے اس حدیث کی یہ شرح نقل کی ہے:

جس طرح عذابِ قبر اور قبر کے سوال و جواب کی احادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے اسی طرح ان کا سننا بھی ثابت ہے' اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ان کے جسم یا جسم کے کسی جز کی طرف روح کو لوٹا دیا جائے' علامہ ابی مالکی فرماتے ہیں: جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ بغیر روح کے لوٹائے جسم سن لیتا ہے' اس کا یہ دعویٰ بداہت کے خلاف ہے اور شاید جو لوگ سماعِ موتیٰ کے منکر ہیں' ان کی یہی مراد ہو کہ روح کو لوٹائے بغیر جسم نہیں سن سکتا اور جو اس کے قائل ہیں وہ اعادہ روح کے ساتھ سماع کے قائل ہیں اور اس صورت میں یہ اختلاف اُٹھ جاتا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ٧ ص ٣٢٢' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١۴١٥ھ)

علامہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسینی المتوفی ٨٩٥ ھ لکھتے ہیں:

اگر علامہ ابی کی روح سے مراد حیات ہے تو پھر تو واضح ہے کہ بغیر حیات کے جسم کے سننے کا دعویٰ کرنا بداہت کے خلاف ہے اور اگر روح سے وہ متعارف معنی مراد ہے جس کا جسم میں حلول ہوتا ہے اور جس کے نکلنے سے جسم مردہ ہو جاتا ہے اور جسم میں اس کے حلول کی وجہ سے جسم عادتاً زندہ ہوتا ہے تو پھر یہ لازم نہیں ہے کہ اگر روح کو جسم میں نہ لوٹایا جائے تو جسم نہ سن سکے' کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم میں روح کو لوٹائے بغیر اس میں حیات پیدا کر دے اور سماعت کا ادراک پیدا کر دے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ٧ ص ٣٢٢' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١۴١٥ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ ھ لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا: اس حدیث سے بعض لوگوں نے سماع موتی (مردوں کے سننے) پر استدلال کیا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث سے عام حکم ثابت نہیں ہوتا' یہ صرف مقتولین بدر کے ساتھ خاص ہے' قاضی عیاض مالکی نے ان کا رد کرتے ہوئے لکھا: جن احادیث سے عذابِ قبر اور قبر میں سوالات اور جوابات ثابت ہیں اور ان سے سماع موتی ثابت ہوتا ہے اور ان کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی' اسی طرح اس حدیث سے بھی سماع موتی ثابت ہے' دونوں کا ایک محمل ہے' اور یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا ہو' یا ان کے جسم کے کسی ایک عضو میں حیات پیدا کر دی ہو اور جس وقت اللہ ان میں سماعت پیدا کرنا چاہے وہ سن لیتے ہوں' یہ قاضی عیاض کا کلام ہے اور یہی مختار ہے اور جن احادیث میں اصحابِ قبور کو سلام کرنے کا حکم دیا ہے' ان کا بھی یہی تقاضا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ١١ ص ١٩٠٧' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ موت عدمِ محض اور فناء صرف نہیں ہے بلکہ موت روح کے بدن سے منقطع ہونے اور اس کی بدن سے مفارقت کا نام ہے اور وہ ایک حال سے دوسرے حال میں اور ایک دار سے دوسرے دار میں منتقل ہونا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ مردہ اپنے اصحاب کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ٧ ص ٣٣٨' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ ابوعبداللہ قرطبی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بندہ کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب پیٹھ موڑ کر چلے جاتے ہیں تو مردہ ان کی جوتیوں کے چلنے کی آواز سنتا ہے' پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں' اس کے بعد قبر میں سوال و جواب کا ذکر ہے۔ (صحیح البخاری: ١٣٣٨۔١٣٧٤' صحیح مسلم کتاب الجنۃ: ٧١ (٢٨٧٠)' سنن النسائی: ٢٠٤٨)

سماع موتی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کی توجیہ

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا کہ حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مردہ کے گھر والوں کے رونے سے مردہ کو عذاب ہوتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا کہ مردہ کو اس کے گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں' اور یہ ایسا ہی ہے کہ جب جنگ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور اس میں مشرکین میں سے مقتولین بدر پڑے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا جو فرمانا تھا' حضرت عمر نے روایت کیا: یہ میرا کلام سن رہے ہیں اور وہ بھول گئے۔ آپ نے فرمایا: ان کو علم ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ برحق ہے' پھر حضرت عائشہ نے یہ آیات پڑھیں:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ۔ (النمل: ٨٠)	بے شک آپ مُردوں کو نہیں سناتے۔
وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ○ (فاطر: ٢٢)	اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں ○

(صحیح مسلم الجنائز ٢٦ (٩٣٢) ٢١٢١' سنن ابوداؤد: ٣١٢٩' سنن النسائی: ٢٠٧٦)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ٦٥٦ ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جن آیتوں سے استدلال کیا ہے' ان سے مراد کفار ہیں گویا کہ وہ اپنی قبروں میں مردہ ہیں اور ان آیتوں میں سنانے سے مراد ان کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو سمجھنا اور آپ کے پیغام کو قبول کرنا ہے' جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ (الانفال:٢٣)

اور اگر (بالفرض) اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انہیں (آپ کا پیغام) ضرور سنا دیتا اور اگر (بالفرض) اللہ انہیں سنا بھی دیتا تب بھی وہ اعراض کرتے ہوئے ضرور پیٹھ پھیرتے ○

اور یہ اس طرح ہے جیسے ان کے حواسِ خمسہ سلامت ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرا' گونگا اور اندھا فرمایا' کیونکہ سننے' بولنے اور دیکھنے کی جو غرض و غایت اور اس کے تقاضے ہیں وہ ان کو پورا نہیں کرتے تھے' اور ان آیتوں کا معنی یہ ہے کہ آپ ان کو اپنا پیغام نہیں سناتے جو اس پیغام کو فہم و تدبر سے نہیں سنتے اور نہ اس پیغام کو قبول کرتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ان آیتوں میں حقیقتاً مردے مراد ہیں' تب بھی ان آیات کا ان احادیث سے کوئی تعارض نہیں ہے جن سے مردوں کا سننا ثابت ہے' کیونکہ اگر ان آیتوں سے بالعموم مردوں کے سننے کی نفی مراد ہو' تب بھی عام میں تخصیص جائز ہے اور مخصص وہ احادیث ہیں جن سے مردوں کا سننا ثابت ہے اور ان سے یہ ثابت ہو گیا کہ کسی وقت اور کسی حال میں مردے سن لیتے ہیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میں نے جو کچھ ان (مقتولین بدر) سے کہا: اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ (صحیح البخاری:٣٩٧٦' صحیح مسلم:٢٨٧٥) اور اس کی مثل وہ حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا: مردہ جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (مسند احمد ج٢ ص٣٤٧) اور آپ نے حضرت عمر سے فرمایا: تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔

(صحیح البخاری:١٣٧٠' صحیح مسلم:٩٣٢' المفہم ج٢ ص٥٨٦' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ١٤١٧ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں کے سننے کا انکار کرتی ہیں اور ان کے علم اور جاننے کا اعتراف اور اقرار کرتی ہیں' امام بیہقی نے فرمایا: علم' سماعت کے منافی نہیں ہے اور آیت کریمہ: آپ مردوں کو نہیں سناتے (النمل:٨٠) کا جواب یہ ہے کہ آپ مردوں کو بہ حیثیت مردہ نہیں سناتے لیکن اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے اور وہ سن لیتے ہیں' جیسا کہ قتادہ نے بیان کیا ہے' اور مقتولین بدر کے سننے کی حدیث صرف حضرت عمر نے روایت نہیں کی اور نہ اس روایت میں حضرت ابن عمر منفرد ہیں بلکہ اس حدیث کو حضرت ابوطلحہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری:٣٩٧٦' صحیح مسلم:٢٨٧٥) اور اس کی مثل حدیث کو امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ اسی طرح سنتے ہیں جس طرح تم سنتے ہو' لیکن وہ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں۔ حافظ عسقلانی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے کنویں والو! کیا تم نے اس وعدہ کو سچا پالیا جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا' کیونکہ میں نے اس وعدہ کو سچا پالیا جو مجھ سے میرے رب نے کیا تھا۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ سن رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ اسی طرح سن رہے ہیں' جس طرح تم سن رہے ہو لیکن یہ آج جواب نہیں دے سکتے!

(المعجم الکبیر:١٠٣٢٠' ج١٠' کتاب السنہ:٨٨٤' نیز امام ابن اسحاق نے اس حدیث کو حضرت انس سے روایت کیا ہے' السیرۃ النبویہ ج٢ ص٢٥٠)

اور نہایت عجیب بات یہ ہے کہ امام ابن اسحاق نے مغازی میں یونس بن بکیر کی سند جید کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی حضرت ابوطلحہ کی حدیث کی مثل کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ (السیرۃ النبویہ ج٢ ص٢٥٠)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حافظ عسقلانی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے: امام احمد' عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ مقتولین بدر کو کنویں میں پھینک دیا جائے۔ امیہ بن خلف کے علاوہ سب کو پھینک دیا گیا کیونکہ وہ اپنی زرہ میں پھول چکا تھا۔ جب ان کو کنویں میں ڈال دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا: اے کنویں والو! کیا تم نے اپنے رب کے اس وعدہ کو سچا پا لیا جو اس نے تم سے کیا تھا؟ کیونکہ میں نے اس وعدہ کو سچا پا لیا جو مجھ سے میرے رب نے کیا تھا' آپ کے اصحاب نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ مُردوں سے باتیں کر رہے ہیں؟ آپ نے ان سے فرمایا: انہوں نے جان لیا ہے کہ میں نے ان سے جو وعدہ کیا تھا وہ برحق ہے' اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سن لیا۔ میں نے ان سے جو کہا تھا وہ برحق تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا انہوں نے جان لیا۔
(مسند احمد: ٢٦٣٩٩ ج ١٨' طبع قاہرہ' مسند احمد ج ٦ ص ٢٧٦ طبع قدیم' دار الفکر) حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ نے یہ روایت کیا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' ہم کو مسند احمد میں یہ الفاظ نہیں ملے۔ البتہ امام ابن اسحاق کی روایت میں یہ الفاظ ہیں' بہرحال حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اگر امام احمد کی یہ روایت (یا امام ابن اسحاق کی یہ روایت) محفوظ ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے سابق انکار سے رجوع فرما لیا' کیونکہ ان کے نزدیک دیگر صحابہ کی روایت سے یہ امر ثابت ہو گیا تھا جو اس موقع پر حاضر تھے اور حضرت عائشہ اس موقع پر حاضر نہیں تھیں۔ امام اسماعیلی نے یہ کہا ہے کہ ہر چند کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فہم اور ذکاوت اور کثرتِ روایت اور بحرِ علم میں غواص ہونے کے لحاظ سے تمام صحابہ پر فائق ہیں لیکن ثقہ اور معتمد صحابہ کی روایت کو اسی وقت مسترد کیا جا سکتا ہے جبکہ اس کا مثل ثقہ روایت میں اس کے منسوخ یا مخصوص یا محال ہونے کی تصریح ہو' اور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے جبکہ جس چیز کا حضرت عائشہ نے انکار کیا ہے اور جس چیز کو دوسرے صحابہ نے ثابت کیا ہے ان کو جمع کرنا ممکن ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: "اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى" (النمل: ٨٠) "آپ مردوں کو نہیں سناتے" یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ وہ اس وقت سن رہے تھے' کیونکہ اسماع کا معنی ہے: سنانے والے کی آواز کو سامع تک پہنچانا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو سنایا تھا' بایں طور کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز ان تک پہنچائی۔ رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: وہ اب جان رہے ہیں یا ان کو اب علم ہو رہا ہے' تو اگر حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود یہ الفاظ سنے تھے تو یہ دیگر صحابہ کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ وہ اب سن رہے ہیں بلکہ اس کی مؤید ہے' علامہ سہیلی نے جو اس مقام پر بحث کی ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث خرقِ عادت (معجزہ) پر دلالت کرتی ہے' کیونکہ صحابہ نے کہا: کیا آپ مُردوں سے کلام کر رہے ہیں' تو آپ نے جواب دیا جو صحابہ کی روایت کے مطابق ہے: وہ اب سن رہے ہیں' اور حضرت عائشہ کی روایت کے مطابق ان کو اب علم ہو رہا ہے' اور جب مردہ ہونے کی حالت میں ان کا عالم ہونا جائز ہے تو اس حال میں ان کا سامع ہونا بھی جائز ہے اور یہ سماعت یا ان کے سر کے کانوں سے تھی یا ان کے دل کے کانوں سے تھی اور دیگر صحابہ کی روایت کو حضرت عائشہ کی روایت پر اس لیے ترجیح ہے کہ وہ اس موقع پر حاضر تھے اور حضرت عائشہ اس موقعہ پر موجود نہ تھیں' حضرت عائشہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: "وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝" (فاطر: ٢٢) "آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں"۔ اور یہ آیت اس آیت کی مثل ہے: "اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ" (الزخرف: ٤٠) "تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے اور اندھوں کو ہدایت دیں گے"۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے اور وہی توفیق دیتا ہے اور وہی دلوں کے کانوں تک نصیحت پہنچاتا ہے نہ کہ آپ' اور مُردوں اور بہروں کے ساتھ تشبیہ دینے کے لیے کفار کو مردہ اور بہرہ فرمایا' پس حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی سناتا ہے جب وہ چاہتا ہے اور حقیقت میں نہ اس کا نبی سنا سکتا ہے نہ کوئی اور' پس اس آیت سے حضرت عائشہ کے

استدلال کا دو وجوہ سے کوئی تعلق نہ رہا۔ اوّل یہ کہ یہ آیت کفار کو اہلِ ایمان کی دعوت دینے کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے اور ثانی یہ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے اس چیز کی نفی کی ہے کہ حقیقت میں وہ سنانے والے نہیں ہیں بلکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی سنانے والا ہے اور اللہ نے صحیح فرمایا ہے' وہی جب چاہتا ہے ان کو سناتا ہے اور وہ جو چاہے کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(الروض الانف ج ۳ ص ۴۷' مطبوعہ ملتان' فتح الباری ج ۷ ص ۳۰۴-۳۰۳' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے یہ آیات اپنے مؤقف میں تلاوت کیں' ان آیات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان آیات میں سماع کے پیدا کرنے کی نفی کی گئی اور سماع کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا نہیں کرتے' بدر کے کنویں میں اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام سنا دیا' یہ تفسیر قتادہ نے بیان کی ہے اور علامہ سہیلی نے یہ کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس موقع پر حاضر نہیں تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ "تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو"۔ تو اس موقع پر انہی کی روایت معتبر ہے جنہوں نے یہ الفاظ سنے تھے' اور جب اس حالت میں ان کا جاننا ممکن ہے تو ان کا سننا بھی ممکن ہے' یا تو ان کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو اپنے سر کے کانوں سے سنا تھا اور یہ اس وقت ہے جب فرشتوں کے سوال کے وقت ان کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹا دی گئی تھیں جیسا کہ اہل سنت کا قول ہے' یا انہوں نے دل اور روح کے کانوں سے سنا' جیسا کہ ان لوگوں کا مذہب ہے کہ سوال صرف روح کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور روح کو جسم میں لوٹایا نہیں جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۳' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ۱۳۴۸ھ)

ملا علی سلطان بن القاری متوفی ۱۰۴۱ھ' اس بحث میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن ہمام نے شرح الہدایہ میں یہ تصریح کی ہے کہ اکثر مشائخ حنفیہ کا یہ مؤقف ہے کہ مردہ سنتا نہیں ہے کیونکہ انہوں نے کتاب الایمان میں یہ تصریح کی ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ وہ کسی سے کلام نہیں کرے گا' پھر اس نے کسی مردہ سے کلام کیا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ اس کی قسم اس شخص کے متعلق تھی جو سوچ سمجھ کر اس کی بات کا جواب دے اور مردہ اس طرح نہیں ہے۔ (ملا علی قاری فرماتے ہیں:) یہ جزیہ اس قاعدہ پر متفرع ہے کہ قسم کی بناء عرف پر ہوتی ہے اور مردہ سے بات کرنے کو عرف میں کلام نہیں کہتے اور اس سے حقیقت میں مردہ کے سننے کی نفی نہیں ہوتی' جس طرح فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا تو مچھلی کھانے سے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو گوشت فرمایا ہے:

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا . (النحل: ۱۴) وہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا تا کہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ۔

حضرت عمر کی اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کس طرح فرما سکتے ہیں کہ تم میرے کلام کو ان (مقتولین بدر) سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل: ۸۰) اور فرمایا ہے: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر: ۲۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے' اس کو مسترد کرنا صحیح نہیں ہے' خصوصاً اس صورت میں جبکہ اس حدیث اور قرآن مجید کی آیتوں میں کوئی تعارض بھی نہیں ہے کیونکہ مردوں سے مراد قرآن مجید میں کفار ہیں' اور نفی کا حاصل یہ ہے کہ آپ ان کفار کو میرا پیغام سنا کر کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے' اور اس آیت میں مطلقاً سنانے کی نفی نہیں کی گئی ہے۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ○ (البقرہ: ۱۷۱) وہ بہرے گونگے اندھے ہیں' پس وہ عقل سے کام نہیں لیں گے ○

ان کو بہرا' گونگا اور اندھا اس لیے فرمایا کہ وہ کان' زبان اور آنکھوں سے نفع نہیں اُٹھاتے تھے' اور دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ ان کافروں کو ایسا پیغام نہیں سنا سکتے' جس سے وہ آپ کے پیغام کو تسلیم اور قبول کرلیں' علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ یہ آیت اور اس کی مثل دوسری آیتوں کا محمل یہ ہے کہ انہوں نے اپنے حواس کو حق بات سننے اور حق کو دیکھنے سے روک لیا تھا' بے شک اللہ جس کو چاہے سناتا ہے اور اس میں ہدایت پیدا کرتا ہے تاکہ وہ اللہ کی آیات میں فہم سے کام لے اور نصیحت حاصل کرے۔ رہی دوسری آیت: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر:۲۲) سو اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ کفر پر اصرار کرتے ہیں ان کو اس آیت میں مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور ان کے ایمان لانے سے مایوس کرنے میں مبالغہ کیا گیا ہے اور اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے:

اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ (القصص:۵۶)

بے شک آپ اس کو ہدایت یافتہ نہیں بناتے جس کا ہدایت یافتہ ہونا آپ کو پسند ہو لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے۔

پھر انہوں نے یہ جواب دیا کہ مقتولین بدر کو اپنا کلام سنانا' رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت اور آپ کا معجزہ تھی اور کفار کو زیادہ حسرت زدہ کرنا تھا' میں کہتا ہوں کہ یہ قتادہ کا قول ہے اور یہ جواب اور یہ قول مردود ہے کیونکہ خصوصیت بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتی اور وہ یہاں موجود نہیں ہے' بلکہ صحابہ کا سوال کرنا اور آپ کا جواب دینا خصوصیت کے منافی ہے اور منکرین سماع موتی پر اس حدیث سے اشکال ہوگا کہ جب لوگ مردہ کو دفن کر کے واپس چلے جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں سے چلنے کی آواز سنتا ہے۔

(صحیح البخاری:۱۳۷۴' صحیح مسلم:۹۳۲)

اور اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ یہ حدیث دفن کے بعد اوّل وقت تک کے ساتھ مخصوص ہے تاکہ مردہ منکر نکیر کے سوال کا جواب دے سکے تو یہ جواب اس حدیث سے مردود ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان میں گئے اور فرمایا: ''السلام علیکم دار قوم مؤمنین''۔

(صحیح مسلم:۲۴۹' سنن ابن ماجہ:۴۳۰۴' مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۱۱' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں جو یہ حدیث ہے: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' ہر چند کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن یہ معنی کے اعتبار سے معلول ہے اور اس میں ایک ایسی علت ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ نبی ﷺ سے ثابت نہ ہو اور وہ علت یہ ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کے مخالف ہے۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۱۳۱' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ شامی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کے مخالف ہے۔ ہم علامہ قرطبی' علامہ ابن حجر عسقلانی' علامہ سہیلی' علامہ محمود بن احمد عینی اور ملا قاری کی وہ توجیہات نقل کر چکے ہیں' جن میں انہوں نے اس حدیث اور قرآن مجید کی آیات میں تطبیق دی ہے' اور ہم قبر والے پر سلام پڑھنے کی حدیث بھی باحوالہ بیان کر چکے ہیں اور ان شاء اللہ اس حدیث کو مزید حوالہ جات اور دیگر احادیث کو بھی بحث کے آخر میں بیان کریں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ اس بحث میں فرماتے ہیں:

عرض: اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انکار سماع موتی سے رجوع ثابت ہے یا نہیں؟

ارشاد: نہیں' وہ جو فرما رہی ہیں حق فرما رہی ہیں۔ وہ مردوں کے سننے کا انکار فرماتی ہیں' مردے کون ہیں' جسم' روح مردہ نہیں' اور بے شک جسم نہیں سنتا' سنتی روح ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اُم المؤمنین کے حضور میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی

گئی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: "ما انتم باسمع منهم" "تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں۔ اُم المؤمنین نے فرمایا: اللہ رحم فرمائے امیر المؤمنین پر! حضور ﷺ نے یہ نہیں ارشاد فرمایا بلکہ فرمایا: "انهم ليعلمون" "بے شک وہ جانتے ہیں' امیر المؤمنین کو سہو ہوا' انہوں نے فرمایا: "ما انتم باسمع منهم" "تو خود اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا مردوں کے علم کا اقرار فرماتی ہیں' سماع سے بے شک انکار فرماتی ہیں' اور وہ بھی اس کے ان معنوں سے جو عرف میں شائع ہیں' سماع کے عرفی معنی ان آلات کے ذریعہ سے سننا' یہ یقیناً بعد مرنے کے روح کے لیے نہیں' روح کو جسم مثالی دیا جاتا ہے' اس جسم کے کانوں سے سنتی ہے' پھر اُم المؤمنین کا ان آیتوں سے استدلال اور بھی اس کو ظاہر کر رہا ہے: "اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی" "اور" وَمَاۤ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ" "موتی کون ہیں؟ اجسام' قبور میں کون ہیں؟ وہی اجسام' تو پھر اجسام ہی کے سننے سے انکار ہوا اور وہ یقیناً حق ہے۔ (پھر فرمایا:) خود اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کا طرزِ عمل سماع موتی کو ثابت کر رہا ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ میرے حجرہ میں دفن ہوئے' میں بغیر چادر اوڑھے بے حجابانہ حاضر ہوتی اور کہتی: "انما هو زوجی" "میرے شوہر ہی تو ہیں' پھر میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دفن ہوئے' جب بھی میں بغیر احتیاط کے چلی جاتی اور کہتی: "انما هو زوجی و ابی" "میرے شوہر اور میرے باپ ہی تو ہیں' پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو میں نہایت احتیاط کے ساتھ چادر سے لپٹی ہوئی حاضر ہوتی' اس طرح کہ کوئی عضو کھلا نہ رہے "حياء من عمر" "عمر رضی اللہ عنہ کی شرم سے' تو اگر ارواح کا سمع بصر نہ مانتیں تو پھر "حياء من عمر" "کے کیا معنی؟ (پھر فرمایا:) تین باتوں میں اُم المؤمنین کا خلاف مشہور ہے اور ان تینوں میں غلط فہمی' ایک تو یہی سماع موتی کہ وہ سماع عرفی کا جسموں کے واسطے انکار فرماتی ہیں' اور اس کو غلط فہمی سے ارواح کے سماع حقیقی پر محمول کیا جاتا ہے۔ دوسرے معراج کے جسدی کے بارہ میں انکار مشہور ہے کہ اُم المؤمنین فرماتی ہیں: "ما فقدت جسد رسول الله" "جسد اقدس میرے پاس سے کہیں نہ گیا' حالانکہ آپ معراج منامی کے بارہ میں فرما رہی ہیں جو مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہ معراج تو مکہ معظمہ میں ہوئی۔ اس وقت اُم المؤمنین خدمت اقدس میں حاضر بھی نہ ہوئی تھیں بلکہ نکاح سے بھی مشرف نہ ہوئی تھیں' اسے اس پر محمول کرنا سراسر غلطی ہے۔ تیسرے علم مافی الغد کے بارہ میں اُم المؤمنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم مافی الغد (یعنی آنے والی کل کا علم) تھا' وہ جھوٹا ہے۔ اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے' علم جبکہ مطلق بولا جائے خصوصاً جبکہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے کردی ہے اور یہ یقیناً حق ہے۔ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے' یقیناً کافر ہے۔ (الملفوظ ج ۴ ص ۲۸۲-۲۸۱' حامد اینڈ کمپنی' لاہور)

دیوبند کے مشہور محدث انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

سماع موتی کا مسئلہ گزر چکا ہے اور رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر: ۲۲) سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ قبر والوں کو ایسا پیغام نہیں سناتے جس پر ان کا قبول کرنا مترتب ہو یا اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ان قبر والوں کو ہمارے اس جہان میں نہیں سناتے اور ان قبر والوں کا سننا عالم برزخ میں ہے اور وہ ہمارے جہان کے اعتبار سے معدوم ہے اور یا یہ آیت اس طرح ہے جس طرح فرمایا ہے: وہ بہرے' گونگے' اندھے ہیں۔ (البقرہ: ۱۷۱) یعنی ان کو سننے کے باوجود بہرہ فرمایا۔ اسی طرح یہاں فرمایا کہ آپ ان بہروں کو نہیں سناتے۔ علامہ سیوطی نے کہا: وہ آپ کے پیغام کو کان لگا کر نہیں سنتے' اس کو قبول نہیں کرتے اور اس سے ہدایت حاصل نہیں کرتے' اس لیے فرمایا: آپ ان کو نہیں سناتے گویا اس آیت میں کفار کو قبر والوں سے تشبیہ دی ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۹۰' مطبوعہ مجلس علمی ہند' ۱۳۵۷ھ)

شیخ انور شاہ کشمیری نے جس عبارت کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

میں یہ کہتا ہوں کہ مردوں کے سننے کے متعلق احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ امام ابوعمر (ابن عبدالبر) نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص مردہ کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اگر دنیا میں اس کو پہچانتا تھا تو اس کو پہچان لیتا ہے (یہ روایت بالمعنی ہے) حافظ ابن کثیر نے بھی اس حدیث کو سند کے ساتھ روایت کیا ہے' پس اس کے انکار کی گنجائش نہیں ہے' کیونکہ ہمارے ائمہ رحمہم اللہ میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا' البتہ علامہ ابن الہمام نے یہ کہا ہے کہ سماع موتی میں اصل نفی ہے اور جن مواضع میں سماع ثابت ہے ان کا استثناء کیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ پھر اصل میں نفی کا عنوان قائم کرنے کا کیا فائدہ اور جب فی الجملہ سماع ثابت ہے تو پھر تخصیص کے ادعا کی کیا ضرورت ہے؟ ہاں قرآن مجید میں فرمایا ہے: ''اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی '' اور ''وَمَاۤ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ '' اور ان آیتوں سے بظاہر مردوں کے مطلقاً سننے کی نفی ہوتی ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے سنانے کی نفی کی ہے' سننے کی نفی نہیں کی اور ہماری بحث مردوں کے سننے میں ہے' اور علامہ سیوطی نے یہ جواب دیا ہے کہ وہ آپ کے پیغام کو کان لگا کر نہیں سنتے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کا نفع نہیں حاصل کرتے' کیونکہ مردوں کا سماع سے فائدہ حاصل کرنا دنیاوی زندگی میں متصور ہے اور اب اس کا وقت گزر چکا ہے' اسی طرح یہ کفار ہر چند کہ زندہ ہیں' لیکن آپ کا ان کو ہدایت دینا غیر مفید ہے کیونکہ یہ نفع نہ اُٹھانے میں مردوں کی مثل ہیں' پس ان آیتوں سے مردوں کے سننے کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ سننے سے ان کے فائدہ اُٹھانے کی نفی مقصود ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نفی سماع سے ماننے اور عمل کرنے کی نفی بھی مراد ہو سکتی ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کو کتنی مرتبہ نماز پڑھنے کے لیے کہا مگر وہ سنتا ہی نہیں' یعنی مانتا نہیں اور عمل نہیں کرتا' سو قبر میں مردے بھی سنتے نہیں اور عمل نہیں کرتے۔ اس اعتبار سے زندہ کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ آپ کی بات مانیں گے نہیں اور اس پر عمل نہیں کریں گے' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ جب مردوں کے لیے سننا ثابت ہے تو کیا وہ نفع بھی اُٹھا سکتے ہیں؟ تو میں کہوں گا کہ جو لوگ نیکی پر فوت ہوئے' وہ سننے سے نفع بھی حاصل کرتے ہیں اور جو لوگ العیاذ باللہ کفر پر فوت ہوئے تو ان کے لیے نفع کہاں؟ وہ لوگ صرف آواز سنتے ہیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم قبر میں جس سماع کے ثبوت کے درپے ہیں' وہ عالمِ برزخ میں سماع ہے اور قرآن مجید میں مردوں کے جس سننے کی نفی کی ہے وہ ہمارے اس عالم کے اعتبار سے ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۲۶۸۔ ۲۶۷ ملخصاً' مطبوعہ ہند' ۱۳۵۷ھ)

سماع موتی کے ثبوت میں بعض دیگر احادیث اور آثار

اس سے پہلے ہم صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالوں سے یہ حدیث بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولین بدر کے متعلق صحابہ سے فرمایا: (۱) تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' اور اس پر مفصل بحث و نظر کا بھی ذکر کیا اور صحیح بخاری' صحیح مسلم اور سنن نسائی کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی (۲) کہ دفن کے بعد قبر میں مردہ جوتیوں سے چلنے کی آواز سنتا ہے اور اس پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب دیا اور اس کی تائید میں صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ کے حوالوں سے یہ حدیث بیان کی (۳) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان گئے اور فرمایا: ''السلام علیکم دار قوم مؤمنین '' اور ظاہر ہے کہ یہ سلام کرنا اسی وجہ سے تھا کہ قبر میں مردے سنتے ہیں۔ اب اس کی تائید میں ہم مزید احادیث پیش کر رہے ہیں:

(۴) امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے کسی ایسے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے' اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(الاستذکار: ۱۸۵۸۔ ج ۲ ص ۱۶۵' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ قرطبی اور علامہ مناوی وغیرہ نے لکھا ہے کہ امام ابن عبدالبر نے اس حدیث کو التمہید میں بھی روایت کیا ہے' لیکن ہم نے التمہید کے دو نسخوں اور فتح المالک میں اس حدیث کو تلاش کیا' اس میں یہ حدیث نہیں ہے' امام عبدالبر نے اس حدیث کو صرف الاستذکار میں روایت کیا ہے۔

امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (احیاء العلوم ج ٦ ص ١٢٧) اور اس کے حاشیہ پر حافظ عراقی نے لکھا ہے کہ عبدالحق الاشبیلی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے' علامہ سید مرتضیٰ زبیدی متوفی ١٢٠٥ھ نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: امام ابن ابی الدنیا نے اس حدیث کو کتاب القبور میں روایت کیا ہے' اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں اس کو حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ١٠ ص ٣٦٦) علامہ زین الدین بن رجب حنبلی متوفی ٧٩٥ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (احوال القبور ص ١٣٢' مطبوعہ دارالکتاب العربی' ١٤١٤ھ) محمد ناصر الجبولی نے اس کا دارالبرزخ میں ذکر کیا ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ھ' اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابن عبدالبر نے اس حدیث کو الاستذکار اور التمہید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو ابو محمد عبدالحق نے صحیح قرار دیا ہے۔

حافظ شمس الدین ابوعبداللہ بن قیم جوزیہ حنبلی متوفی ٧٥١ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابو محمد عبدالحق الاشبیلی نے یہ عنوان قائم کیا کہ مردے زندوں کے متعلق سوال کرتے ہیں اور ان کے اقوال اور اعمال کو پہچانتے ہیں' پھر کہا کہ امام ابن عبدالبر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے ایسے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ پہچانتا ہو' پس اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے' اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ اس کو نہ پہچانتا ہو اور سلام کرے' تب بھی وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ عنقریب ہم اس حدیث کو باحوالہ ذکر کریں گے۔ (الروح ص ١١۔١٠' مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ' ١٤١٠ھ)

علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ١٠٠٣ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن القیم نے کہا ہے کہ اس قسم کی احادیث اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص قبر والے کی زیارت کرتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کے سلام کو سنتا ہے اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے' اور یہ حکم شہداء اور غیر شہداء دونوں کے لیے عام ہے اور اس میں وقت کی کوئی قید نہیں ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت کے لیے یہ مشروع کیا ہے کہ وہ اہلِ قبور کو سلام کریں' جس طرح سننے والے اور عقل والے شخص کو سلام کیا جاتا ہے۔ حافظ عراقی نے کہا ہے کہ امام عبدالبر نے اس حدیث کو التمہید اور الاستذکار میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو حافظ عبدالحق نے صحیح قرار دیا ہے۔

(فیض القدیر ج ١٠ ص ٥٣٣٨' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٨ھ)

حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب المتوفی ٤٦٣ھ نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو بندہ بھی کسی ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا' پس اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (تاریخ بغداد ج ٦ ص ١٣٧' مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' الجامع الصغیر: ٨٠٦٢۔ ج ٢' شرح الصدور ص ٢٠٣' ٢٠٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٣ھ' کنز العمال: ٤٢٥٥٦۔ ج ١٥ مطبوعہ بیروت)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ٢١١ھ روایت کرتے ہیں:

(٦) سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جس قبر کے پاس سے گزرتے' اس کو سلام کرتے تھے۔

(المصنف: ٦٧٢١ ۔ ج ٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: ہم قبروں پر سلام کرنے کے لیے کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: کہو: ''السلام علی اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین' یرحم اللّٰہ المستقدمین منا والمستاخرین' انا ان شاء اللّٰہ بکم لاحقون''۔ (المصنف: ٦٧٢٢ ۔ ج ٣)

(٨) زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ اور ان کے ایک شاگرد ایک قبر کے پاس سے گزرے' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: سلام کرو! اس شخص نے پوچھا: کیا قبر کو سلام کروں؟ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: اگر اس نے کسی دن دنیا میں تمہیں دیکھ لیا تھا تو وہ اب تمہیں پہچان لے گا۔ (المصنف: ٦٧٢٣ ۔ ج ٣)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ٢٣٥ھ روایت کرتے ہیں:

(٩) زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: اس دیار میں رہنے والے مؤمنین اور مسلموں پر میرا سلام ہو' تم ہم پر مقدم ہو اور ہم تمہارے تابع ہیں اور ہم تمہارے ساتھ ضرور ملیں گے' اور ہم اللہ کے لیے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(١٠) جندب ازدی بیان کرتے ہیں کہ ہم سلمان کے ساتھ حرہ کی طرف گئے' حتیٰ کہ جب ہم قبروں کے پاس پہنچے تو انہوں نے دائیں طرف متوجہ ہو کر کہا: ''السلام علیکم یا اھل الدیار من المؤمنین والمؤمنات'' (الحدیث)۔

(١١) مجاہد سے روایت ہے کہ وہ قبروں پر سلام عرض کرتے تھے۔

(١٢) موسیٰ بن عقبہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ سالم بن عبداللہ رات ہو یا دن' جس وقت بھی قبر کے پاس سے گزرتے تو اس کو سلام کرتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے: السلام علیکم! میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(١٣) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو ان میں سے کوئی شخص یہ کہے: ''السلام علیکم یا اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء اللّٰہ بکم للاحقون انتم لنا فرط ونحن لکم تبع ونسال اللّٰہ لنا ولکم العافیۃ''۔

(١٤) عامر بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی زمین سے لوٹتے اور شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتے تو کہتے: ''السلام علیکم وانا بکم للاحقون'' پھر اپنے اصحاب سے کہتے کہ تم شہداء کو سلام نہیں کرتے تاکہ وہ تمہارے سلام کا جواب دیں۔

(١٥) عبداللہ بن سعد الجاری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم ان قبروں کے پاس سے گزرو جن کو تم پہچانتے تھے تو کہو: ''السلام علیکم اصحاب القبور'' اور جب تم ان قبروں کے پاس سے گزرو جن کو تم نہیں پہچانتے تھے تو کہو: ''السلام علی المسلمین''۔

(١٦) ابو مویہبہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ وہ البقیع کی طرف جائیں' ان کے لیے دعا کریں اور ان کو سلام کریں۔ (المصنف ج ٣ ص ٣٤١ ۔ ٣٣٩' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ١٤٠٦ھ)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ٣٦٠ھ روایت کرتے ہیں:

(١٧) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُحد سے لوٹتے ہوئے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے' آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو۔ (پھر صحابہ سے فرمایا:) تم ان کی زیارت کرو اوران کو سلام کرو۔ (المعجم الاوسط: ٣٧١٢- ج ٤ ص ٣٢٦' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ١٤١٥ھ)

(١٨) عبداللہ الاودی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' اس وقت وہ حالت نزع میں تھے۔ انہوں نے کہا: جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ اسی طرح کرنا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مردوں کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے' آپ نے فرمایا: جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے تو تم اس کی قبر پر مٹی ہموار کر دینا' پھر تم میں سے کوئی شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو جائے' پھر اس کو چاہیے کہ یہ کہے: یافلاں بن فلانہ' وہ اس کلام کو سنے گا اور جواب نہیں دے گا' پھر کہے کہ یا فلاں بن فلانہ' تو وہ اُٹھ کر سیدھا بیٹھ جائے گا' پھر کہے: یافلاں بن فلانہ' تب وہ مردہ کہے گا: اللہ تم پر رحم کرے! ہماری رہنمائی کرو' لیکن تم کو (ان کے کلام کا) شعور نہیں ہوتا' پس اس شخص کو کہنا چاہیے: یاد کرو جب تم دنیا سے گئے تھے تو یہ شہادت دیتے تھے کہ ''ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ'' اور تم اللہ کو رب مان کر راضی تھے اور اسلام کو دین مان کر اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نبی مان کر اور قرآن کو امام مان کر' پھر منکر اور نکیر میں سے ایک اپنے صاحب کا ہاتھ پکڑ کر کہے گا: اب یہاں سے چلو! ہم اس شخص کے پاس نہیں بیٹھتے جس کو حجت کی تلقین کر دی گئی ہے' پھر ان کے سامنے اللہ حجت کرنے والا ہو گا' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر ہمیں اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: تو پھر اس کو حواء کی طرف منسوب کرے اور کہے: یافلاں بن حواء۔

(المعجم الکبیر: ٧٩٧٩- ج ٨' مجمع الزوائد ج ٢ ص ٣٠٢' التذکرہ ج ١ ص ١١٩' تہذیب تاریخ دمشق ج ٦ ص ٤٢٤' کنز العمال: ٤٢٤٠٦-٤٢٩٣٤)

علامہ ابوعبداللہ قرطبی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں کہ حافظ ابومحمد عبدالحق اور شیبہ بن ابی شیبہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ یہ حدیث احیاء العلوم میں بھی ہے اور بہت علماء نے اس سے استدلال کیا ہے' اور شیخ فقیہ امام مفتی الانام ابوالحسن علی بن ہبۃ اللہ شافعی نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ہمارے شیخ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی فرماتے ہیں: اس حدیث پر عمل کر کے میت کو تلقین کرنی چاہیے۔ (التذکرہ ج ١ ص ١٢٠-١١٩ ملخصاً' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

واضح رہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے آباء کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا' اور اس حدیث میں جو اُمہات کی طرف نسبت کا ذکر ہے یہ قیامت کا واقعہ نہیں ہے بلکہ دفن کے بعد قبر کا واقعہ ہے۔ اس حدیث میں مردہ کے سننے کی صرف تصریح ہے۔ اور چونکہ اس حدیث پر اہلِ علم کا عمل ہے اور یہ اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

ملا علی قاری نے علامہ نووی سے یہ نقل کیا ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک ضعیف حدیث اہل علم کے عمل سے قوی ہو جاتی ہے۔

(مرقات ج ٢ ص ٩٨' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ١٣٩٠ھ)

امام ابوبکر حسین بن احمد بیہقی متوفی ٤٥٨ھ روایت کرتے ہیں:

(١٩) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا ہو اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب وہ ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ نہ پہچانتا ہو اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (شعب الایمان: ٩٢٩٦- ج ٧' شرح الصدور ص ٣٠٢)

(٢٠) نیشاپور کے قاضی ابوابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک شخص آیا' اور اس نے کہا: میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ

ہوا' قاضی کے پوچھنے پر بتایا کہ میں کفن چور تھا اور قبروں سے کفن چراتا تھا۔ ایک عورت فوت ہوگئی' میں نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی تا کہ میں اس کی قبر دیکھ لوں۔ رات کو میں نے قبر کھودی اور اس کا کفن اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس عورت نے کہا: سبحان اللہ! ایک جنتی مرد جنتی عورت کا کفن اتار رہا ہے' پھر اس عورت نے کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ تم نے میری نمازِ جنازہ پڑھی تھی' اور اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو بخش دیا' جنہوں نے میری نمازِ جنازہ پڑھی تھی۔ (شعب الایمان: ۹۲۶۱۔ ج ۷' شرح الصدور ص ۲۰۸)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں:

(۲۱) یحییٰ بن ایوب الخزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا جس نے مسجد کو لازم کر لیا تھا' حضرت عمر اس سے بہت خوش تھے' اس کا باپ بوڑھا آدمی تھا' وہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کی طرف لوٹ آتا تھا' اس کے راستہ میں ایک عورت کا دروازہ تھا' وہ اس پر فریفتہ ہوگئی تھی' وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہو جاتی تھی' ایک رات وہ اس کے پاس سے گزرا تو وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا' جب وہ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو وہ بھی اندر آ گئی' اس نوجوان نے اللہ کو یاد کرنا شروع کر دیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوگئی:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٰئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ○ (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں' انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں' اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ○

پھر وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا' اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اُٹھایا اور اسے اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں۔ اس کے گھر والے اسے اُٹھا کر گھر میں لے گئے' کافی رات گزرنے کے بعد وہ نوجوان ہوش میں آیا' اس کے باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تمہیں کیا ہوا تھا؟ اس نے کہا: خیر ہے' باپ نے پھر پوچھا تو اس نے پورا واقعہ سنایا' باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے آیت کو دہرایا جو اس نے پڑھی تھی اور پھر بے ہوش ہو کر گر گیا۔ گھر والوں نے اسے ہلایا جلایا' لیکن وہ مر چکا تھا' انہوں نے اس کو غسل دیا اور اسے جا کر دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی' صبح کو حضرت عمر اس کے والد کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی۔ اس کے باپ نے کہا: رات کا وقت تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا: ہمیں اس کی قبر کی طرف لے چلو' پھر حضرت عمر اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے' حضرت عمر نے کہا: اے نوجوان! جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے' اس کے لیے دو جنتیں ہیں' تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب عزوجل نے جنت میں دو بار دو جنتیں عطاء فرمائی ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق ترجمہ عمرو بن جامع' رقم: ۱۱۴' ج ۱۹ ص ۱۹۱۔ ۱۹۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے اس حدیث کو حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اور امام علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے بھی ذکر کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر الاعراف: ۲۰۱' ج ۳ ص ۲۶۹' طبع دار الاندلس' بیروت' شرح الصدور ص ۲۱۳' طبع دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ' کنز العمال: ۴۶۳۳۔ ج ۲ ص ۵۱۷۔ ۵۱۶)

امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

(۲۲) عطاء بن یسار' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو قبرستان میں جاتے اور فرماتے: "السلام علیکم دار قوم مؤمنین" ہمارے پاس اور تمہارے پاس وہ چیز آ چکی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور ہم ان شاء اللہ تم سے

ملنے والے ہیں' اے اللہ! بقیع الغرقد والوں کی مغفرت فرما!

جن علماء کا یہ مذہب ہے کہ مردوں کی روحیں قبروں کے صحنوں پر ہوتی ہیں' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں: اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے کنویں میں پڑے ہوئے مردوں کو خطاب فرمایا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' مگر یہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (الیٰ قولہ) قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مردہ کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو وہ لوگوں کی جوتیوں سے چلنے کی آواز سنتا ہے' اور ان اُمور کی کیفیت نہیں بیان کی جاسکتی' ان کو صرف تسلیم کیا جائے گا اور ان کی اتباع کی جائے گی۔ امام عبدالبر فرماتے ہیں: جو شخص قبرستان میں جائے وہ ان کو سلام کرے اور وہ الفاظ کہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں۔

(التمہید ج ۲۰ ص ۲۴۰' مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ' مکہ المکرمہ' ۱۴۱۲ھ)

(۲۳) عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موجود نہ پایا' میں آپ کے پیچھے گئی' آپ بقیع کے قبرستان میں گئے تو آپ نے فرمایا: ''**السلام علیکم دار قوم مؤمنین** '' تم ہمارے پیش رو ہو' اور بے شک ہم تم سے ملنے والے ہیں' اے اللہ! ہم کو ان کے اجر سے محروم نہ کر' اور ہم کو ان کے بعد آزمائش میں نہ ڈال۔

(التمہید ج ۲۰ ص ۲۴۱' مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ' مکہ المکرمہ' ۱۴۱۲ھ)

(۲۴) روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قبرستان میں گئے اور قبروں کی طرف متوجہ ہو کر بلند آواز سے نداء کی: اے اہل قبور! آیا تم ہمیں اپنی خبریں دو گے یا ہم تمہیں خبریں سنائیں؟ ہمارے پاس یہ خبر ہے کہ تمہارے مال تقسیم کر دیئے گئے اور تمہاری عورتوں نے دوسری شادیاں کر لیں' اور تمہارے گھروں میں اب تمہارے سوا اور لوگ رہتے ہیں' یہ ہماری خبریں ہیں' اب تم ہمیں اپنی خبریں سناؤ' پھر آپ نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر کہا: سنو! اللہ کی قسم! اگر یہ جواب دینے کی طاقت رکھتے تو یہ کہتے کہ ہم نے تقویٰ سے بہتر کوئی زادِ راہ نہیں پایا۔

(۲۵) ابوعثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سخت گرم دن میں نکلا اور قبرستان میں گیا' وہاں دو رکعت نماز پڑھی' پھر ایک قبر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک آواز سنی: ''میرے پاس سے ہٹ جا' اور مجھے ایذاء نہ پہنچا'' تم جو کہتے ہو تمہیں اس کا علم نہیں ہے اور ہمیں علم ہے اور ہم کہتے نہیں ہیں' تمہاری یہ دو رکعت نماز مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہے۔

(۲۶) ثابت بنانی بیان کرتے ہیں کہ میں قبرستان میں جا رہا تھا' اچانک میں نے غیب سے ایک آواز سنی: اے ثابت! ہماری خاموشی سے دھوکا نہ کھانا' یہاں پر کتنے ہی لوگ مغموم ہیں۔

(۲۷) امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بقیع الغرقد کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''**السلام علیکم اھل القبور** '' ہمارے پاس یہ خبریں ہیں کہ تمہاری بیویوں نے شادیاں کر لیں' اور تمہارے گھروں میں اب اور لوگ رہتے ہیں' اور تمہارے مال تقسیم کر دیئے گئے' تو غیب سے آواز آئی: اے عمر بن الخطاب! ہماری خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو نیک اعمال بھیجے تھے وہ مل گئے' اور ہم نے جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا تھا اس کا نفع پالیا' اور ہم نے جو اپنے پیچھے مال چھوڑا' وہ گھاٹا تھا۔

(التمہید ج ۲۰ ص ۲۴۲' مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ' مکہ المکرمہ' ۱۴۱۲ھ)

ہمارے زمانہ میں بعض لوگ سماع موتی کا شدت سے انکار کرتے ہیں' اس لیے میں نے احادیث صحیحہ و مقبولہ کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح کیا ہے اور مذاہب اربعہ کے مستند علماء کی تصریحات بھی پیش کی ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ علامہ قرطبی مالکی' علامہ نووی شافعی' علامہ ابن قیم حنبلی اور علامہ بدرالدین عینی حنفی قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں امام احمد رضا بریلوی اور مکتب فکر دیو بند کے محدث شیخ انور شاہ کشمیری کی تصریحات بھی پیش کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو اثر آفریں بنا دے۔ (آمین!) (النمل ۸۰' اور فاطر: ۲۲)

واخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلیٰ آلہٖ واصحابہ الراشدین وعلماء ملتہ اجمعین .

(تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۸۹ ـ ۵۷۶' فرید بک سٹال' لاہور' ۱۴۲۱ھ)